

اسلامی قانون کے بعض اساسی تصورات پیرایکے نظر

ایم۔ کے۔ نواز

سنگاپور سے مجلہ رابطہ عالمی الاسلامی "THE WORLD
MUSLIM LEAGUE MAGAZINE" کے نام سے ایک
انگریزی ماہنامہ نکلتا ہے۔ ڈاکٹر ایم۔ کے۔ نواز کا یہ مضمون اس میں
چھپا ہے۔ موصوف برطانوی انسٹی ٹیوٹ برائے بین الاقوامی قانون و تعالیم
قوانین کے ریسرچ آفیسر ہیں۔ اس مجلہ کے نامشر الداتوء السید ابراہیم
بن عمر السعاف قنصل جنرل سعودی عرب متعین سنگاپور ہیں۔ یہاں
ڈاکٹر ایم کے نواز کے مضمون کا اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

قانون اسلامی لے اور اصول فقہ کے اساسی نظریات کو معرض بحث میں لانے کے اسباب بہت سے
ہو سکتے ہیں لے مختلف ملک کے قوانین کا تقابلی مطالعہ کرنے والے قانون دان کہہ سکتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے عقائد
و نظریات جو دنیا کی آبوی کا تقریباً ساتویں حصہ ہیں، ایک علمائے تحقیق کا مناسب ترین موضوع ہیں۔ بعض
اس قانونی نظام کے معتقدین کی کثرت تعداد کی بنا پر ہی نہیں بلکہ اس جہد کے تقاضے کے طور پر بھی جس میں مختلف قانونی نظامت
پر اعتماد رکھنے والوں اور علما و لوگوں کا بہت سے امور میں ایک دوسرے سے سابقہ پڑتا ہے لے دوسری جانب
بین الاقوامی قانون دان اس بحث کے لئے یہ دوجہ جواز پیش کر سکتے ہیں کہ بین الاقوامی عدالت انسان کے مضابطی
ذمہ دہرہ کے مطابق جو عالمی عدالت سے مہذب اقوام کے تسلیم کردہ عام اصول قانون کے تعاد کا تعاناکرتی

ہے، اسلام کے قانونی اصولوں کا جو مختلف النوع بین الاقوامی مسائل سے متعلق ہیں، جائزہ عالمی عدالت کے لئے مسلم اور غیر مسلم ریاستوں کے مابین یا مسلم ریاستوں کے باہمی تنازعات کے حل کے لئے انتہائی مفید ہوگا۔ یہ اسباب بھی بجائے خود اسلامی قانون کے زمرہ مطالعہ کے لئے کافی ہیں، لیکن اس سے زیادہ اہم حقائق بھی ہیں جو اس مطالعہ کے محرک بنے۔ ان میں سے ایک محرک وہ سماجی پھیلان ہے، جس سے آج کا مسلم معاشرہ خواہ وہ تونس ہو یا پاکستان، ہر کہیں دوچار ہے اور پھر بیشتر ریاستوں کی جن میں مسلم ریاستیں پیش پیش ہیں، یہ کوششیں کہ معاشرے کو اسلامی اصول و نظریات کی بنیادوں پر از سر نو استوار کیا جائے اس مطالعہ کی ضرورت کا دراصل سب سے بڑا محرک ہیں۔ اس مطالعہ کے پس منظر کے طور پر اسلام کی قانونی تاریخ کی ابتدا کا جائزہ ضروری ہے۔ اس مقالے میں پوری طرح اعتدال کی جائے گی کہ مسائل کو معنی خیز انداز میں پیش کیا جائے تاکہ اس سے متعلقہ بنیادی سوالات پر توجہ پوری طرح مرکوز ہو سکے۔

اسلامی قانون کی ابتدا اور ارتقاء

اسلامی قانون کے جدید و قدیم دونوں طرح کے علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اسلامی قانون کے مآخذ یا اصول چار ہیں:- قرآن - سنت - اجماع اور قیاس ہے۔

لواہل اسلام کے فقیہ و عالم دین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جن کی معرکتہ اللہ تعالیٰ العزیز الرسلہ کی وجہ سے ان کو شہرت دوام حاصل ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ اسلامی قانون کے چار مآخذ ہونے کا نظریہ سب سے پہلے انھوں نے پیش کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے بعد علماء فقہاء میں یہ نظریہ اتنا مقبول ہوا کہ اب اسے اسلام میں ناقابل تردید صداقت کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن اگر علماء اسلامیات سطح سے نیچے دیکھنا شروع کر دیں اور اسلامی ممالک میں مختلف اثرات کا بغور مشاہدہ کریں تو یہ بیان بعد از حقیقت بلکہ مخالفہ آئینہ نظر آئے گا۔ شاید اس امر کی نشاندہی کے لئے کوئی زیادہ قانونی مہارت کی ضرورت نہیں کہ اسلامی قانون کا یہ چار مآخذی نظریہ نامرست ہے۔ درحقیقت ظہور اسلام سے لے کر تاریخ کے تمام ادوار میں قانونی ضوابط کا اجرا فرمانروا کے فرامین کے ذریعے ہوتا آیا ہے جو سلطنت میں امن و امان قائم رکھنا چاہتا تھا۔ ہمیشہ نہیں تو اکثر یہ قواعد و ضوابط اور اصول "فرمانوں" کی صورت میں تحریر میں لائے جاتے تھے اور اطلاع عام کے لئے رعایا میں شائع کئے جاتے تھے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ان شاہی فرامین سے اگر کسی حد تک ان کے مخاطب لوگ بدین پر عمل بھی کرتے تھے۔ آخر اسلامی قانون کے مصنفین نے صرف نظر کیوں کیا ہے۔ اسی طرح ان رسوم و رواج اور عروہ و تعالید کو جو ان احکام کو وجود میں لانے میں اتنا اہم کردار ادا کرتے تھے، کیوں نظر انداز کیا جاتا رہا؟

آخر ایسی کون سی دقتیں تھیں جن کی وجہ سے ان مآخذوں کو بقاعدہ تسلیم نہ کیا گیا؟ یہ میں وہ سوالات جو ہماری اس تحقیق و مطالعہ کا مرکزی موضوع ہیں۔

اہم ترین سولہ جو خصوصی نوعیت کا حامل ہے، یہ ہے کہ یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ قرآن و سنت اسلامی قانون کے دو جلیل القدر مآخذ ہیں، ان میں مذکورہ قانونی اصولوں (NORMS) اور معیارات کی تکمیل و تعبیر کے لئے کیا قواعد ہوں گے؟ بالفاظ دیگر کیا ان قانونی اصولوں کی تعبیر اور ان سے استنباط اسی طرح کیا جائے جیسے دوسری دستور ساز دفعات سے کیا جاتا ہے یا ان کی تعبیر و استنباط کے لئے ان سے مختلف اصول ہوں گے کیونکہ ان اصولوں کے مبدلہ کی خاص نوعیت ہے۔ ان سوالات کے تسلی بخش جواب فراہم ہونے سے نہ صرف یہ کہ بہت سے موضوعات مثلاً معاہدات، جائداد، جنگ و امن کے بارے میں اسلامی قانون کے قواعد متعین کرنے میں مدد ملے گی بلکہ قانونی اصولوں اور دوسری اصولوں میں امتیاز کرنا بھی ممکن ہو سکے گا۔ یہ اصول قانون کا ایسا پہلو ہے، جس پر ابھی تک پوری روشنی نہیں ڈالی گئی۔

بعض محققین کا بجا طور پر خیال ہے کہ قانون، اسلام میں بھی دین سے متاخر ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دعوت اسلام کا آغاز کیا تو آپ کی پہلی حیثیت ایک دینی مصلح کی تھی بعد میں آپ کی شخصیت کا ظہور شارع رسول کی حیثیت میں ہوا۔ درحقیقت ۶۲۲ء میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت وہ عظیم تاریخی واقعہ ہے جو تاریخ اسلام کا ایک فیصلہ کن موڑ بن گیا ۱۲ء مدینہ میں آکر اسلام نئی شان میں جلوہ گر ہوا۔ یہ اب محض دینی دعوت نہ رہا بلکہ سیاسی سماجی نظام بن گیا ۳۳ء اس کے ساتھ ساتھ حضرت محمدؐ کی حیثیت بھی نمایاں طور پر تبدیل ہو گئی ۳۶ء آپ امت مسلمہ کے سربراہ بن گئے۔ ابتدا میں یہ امت دو طبقوں پر مشتمل تھی۔ انصار (مدنی مسلمان جنہوں نے مکہ سے آنے والے مسلمانوں کو پناہ دی) اور مہاجرین (مکہ سے آنے والے مسلمان)۔ لیکن بعد میں (کم سے کم حقوڑے عرصے ہی کے لئے سہی) اس میں عرب کے چند غیر مسلم قبائل بھی شامل ہو گئے ۵۱ء اور امت کے معاملات میں نظم اور باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے ایک قانونی نظام ناگزیر ہو گیا۔ وہ کون سی ہستی ہو سکتی تھی جو مطلوبہ قانونی اداروں کے قیام اور قانونی ضوابط کی تشکیل کرے؟ امت مسلمہ کے لئے اس سوال کا جواب بالکل واضح تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا۔ چنانچہ قانون سازی کے تمام اعمال و وظائف آپ کی ذات سے وابستہ ہو گئے۔ وہ قانونی اصولیں، جو نبی اکرم سے مروی یا منسوب ہیں، تمام مختلف النوع معاملات پر مشتمل ہیں۔ مثلاً نجی معاملات، معاہدات، وراثت اور باہمی گروہی معاملات۔ یہی اصولیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر قرآن اور احادیث

دست کی مدد سے یادداشت کی صورت میں جمع ہو گئیں۔ چنانچہ اس طرح ان قانونی اصولوں کے مآخذ قرآن اور احادیث میں گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو بہت سی دور رس تبدیلیاں ظہور پذیر ہوئیں ان میں سب سے اہم وہ ہیں جو اسلامی قانون میں عمل میں آئیں۔ اولاً قرآن کا نزول اور اس کے ساتھ ہی حضورؐ کی قانون سازی کا عمل بدک گیا۔ ثانیاً سنت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ لیکن ارتقاء پذیر اسلامی معاشرے میں قانونی نظام کے تحفظ کا مسئلہ درپیش تھا۔ شروع کے فقہانے کہا کہ قرآن و سنت میں ان تمام ممکن قانونی مسائل کے حل موجود ہیں جو مسلم معاشرے کو پیش آ سکتے ہیں اور یہ بات عام طور پر تسلیم کر لی گئی کہ علماء مذہبی کاوش سے ہر پیش آمدہ صورت حال کے لئے قرآن و حدیث سے قانونی احکام کا استنباط کر سکتے ہیں۔ مثلاً امام شافعیؒ کا کہنا تھا کہ وحی خداوندی، جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں بیان ہوئی ہے، ہر ممکن صورت حال پر محیط ہے^{۱۹}۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نظریے کو بہت جلد اسلامی فقہ میں اعتقادی اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔

ہر کیفیت اس کے یہ معنی نہیں کہ اسلام میں قانونی نظریات کے ارتقاء میں فقہاء کا حصہ کسی طرح کم اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ قرآن اور سنت کی قانونی اصولوں کی تلاش اور پھر ان کی تعبیر کا کام فقہاء ہی کو کرنا پڑا۔ اگرچہ انھوں نے تعبیر و استنباط کے سلسلے میں اپنے فرائض مذہب اور دینیات کے چوکھٹے کے اندر ہی انجام دیئے۔ تاہم حقیقت یہی ہے کہ اسلامی اصول فقہ کی بنیادیں ان فقہاء ہی کی قائم کردہ ہیں۔ یہ فقہائے متقدمین ہیں، جنہوں نے اجماع^{۲۰} اور قیاس^{۲۱} کے نظریے کی تشکیل کی۔ فقہاء نے جو یہی محسوس کیا کہ انت نئے ابھرتے ہوئے پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے قرآن و سنت میں مذکورہ قرآنی احکام ناکافی ہیں، انھوں نے قانون کے ارتقاء و تشکیل کے لئے نئے طریقے وضع کرنے شروع کئے۔ واقعہً یہ معاشرتی تغیر کا دباؤ تھا جس نے نئے قانونی نظریات کی تشکیل کے تقاضے کو جنم دیا۔ مختلف مراکز میں مثلاً عراق میں بصرہ اور کوفہ، حجاز میں مدینہ اور مکہ، مذاہب فقہ وجود میں آئے۔ یہ مذاہب فقہی سرگرمیوں کے مرکز بن گئے۔ اس قدیم نظریے کے باوجود کہ اجماع اور قیاس محض قرآن و سنت کا مکملہ ہیں، یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ اسلامی قانون کے ارتقاء میں فقہائے متقدمین نے کیا کردار ادا کیا ہے۔ اس سے یہ شہادت بھی فراہم ہوتی ہے کہ اسلام کے قانونی نظام میں منطق اور عقل کا کیا کردار رہا ہے۔ کیونکہ قیاس کے ذریعے احکام کا استنباط منطقی تجربے کے بغیر کیسے ممکن تھا^{۲۲}۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسلامی قانون کے اس تشکیلی دور میں بہت سے قانونی تصورات دوسرے

قانونی نظاموں سے بھی لئے گئے۔ مثلاً رومی، ساسانی، تالمودی، حتیٰ کہ مشرقی کلیساؤں کے قانون شریعت سے بھی استفادہ کیا گیا۔ جوزف شاخت لکھتے ہیں :-

”مفتوحہ علاقوں کے قانونی نظاموں سے اسلامی قانون اپنے ابتدائی دور میں جی طرح متاثر ہوا اس کا دائرہ قانونی تصورات اور اصولوں کو بھی شامل تھا، حتیٰ کہ علم قانون کے بنیادی تصورات بھی متاثر ہوئے مثلاً باقاعدہ استدلال کے طریقے اور علماء کے اتفاق رائے کا تصور (اسی طرح کے درآمدہ نظریات تھے)“

۷۵۰-۷۵۰ء کے دور میں اسلامی اصول دین میں سب بڑھ کر تصنیف و تالیف کی سرگرمی نظر آتی ہے۔ فقہ اور شریعت ہر دو پر رسائل لکھے گئے۔ شریعت سے متعلق رسائل اکثر امن و جنگ اور معاملات پر مشتمل ہوتے تھے ۳۳؎ کہا جاتا ہے کہ چار مکاتب فقہ میں سے ایک کے بانی امام ابوحنیفہ (متوفی ۶۷۴ء) نے اسلام کے امن و جنگ کے اسلامی قانون پر مسلسل خطبات دیئے تھے۔ ۳۴؎ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلام میں بین الاقوامی قانون پر قلم اٹھانے والے اولین مصنفین میں سے امام شیبانی کی تحریریں اور نوکار بن خطبات سے بہت متاثر ہیں ۳۵؎

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی قانون کے ارتقاء میں فقہاء کا حصہ نہایت ہی فیصلہ کن اہمیت رکھتا ہے۔ بجا کہ ان فقہاء کا دائرہ کار دینیات کے چوکھٹے کے اندر تک محدود رہا اور قرآن و سنت میں مذکور قانونی اصولوں کے معصوم عن الخطا کے نظریہ کی ذمہ داری انہی پر عائد ہوتی ہے تاہم یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اسلامی قانون کو اجلا و ارجاس جیسی دو ضمنی بنیادیں ہسائیں اور اسلامی نظام قانون کے ارتقاء میں ہمہ تن مصروف رہے۔

روایتی تعبیر کا جائزہ

اسلامی قانون میں منجملہ دوسرے ماخذ کے قرآن کریم کو ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ قرآن میں مذکور قانونی اصولوں کا جائزہ ہمارے مطالعہ کا سر آغاز ہوگا۔ قرآن کو ان تمام الہامی الہامات کا مجموعہ مانا جاتا ہے جو حضرت جبریل کے ذریعہ حضرت محمدؐ پر نازل ہوئے ۳۶؎ یہ عقیدہ ہے کہ قرآن دنیا کو ایک ضابطہ کی صورت میں تمام کا تمام ایک ہی وقت میں نہیں دیا گیا بلکہ ۳۷؎ سے ۳۸؎ تک ۲۲ سال کے طویل عرصے میں بخمائی و بکھائی دیا گیا ۳۹؎ یہ بھی مانا گیا ہے کہ قرآن موجودہ شکل میں حضرت نبی اکرمؐ کی وفات کے ۱۸ سال بعد مدون و مرتب ہوا۔ تاہم یہ عقیدہ بہت واضح اور متحکم ہے کہ قرآن کا متن خالص اور مستند ہے ۴۰؎

قرآن درحقیقت قانون کی کتاب نہیں۔ یہ عقائد، اخلاق، صفات، صحبت، آداب اور قانون جیسے مختلف موضوعات پر مشتمل ہے۔ قانونی اہمیت کے اصول اتنے زیادہ نہیں۔ فقہاء میں اس بات پر اختلاف ہے کہ قرآن میں احکامی آیات کی

تعداد کیا ہے^{۲۹} جہاں احکامی آیات کی تعداد مستقیم کرنا اتنا آسان نہیں کیونکہ تاریخ قانونی میں کبھی بھی قانونی اور دوسری اصولوں میں فرق واضح نہیں رہا، وہاں سب سے قابل ذکر ہے کہ قرآن کی قانونی اصلیں جو ناگوں موضوعات میں شامل ہیں، مثلاً نکاح، طلاق، قانون فوجداری، قوانین جنگ، معاہدات اور قوانین امن و سکون۔
 ان قانونی اصولوں (NORMS) کا مفہوم و معنی کیا ہے؟ یہ قانونی اصلیں جدید مسلم ریاستوں کے قوانین پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہیں؟ یہ سوالات بے حد اہم ہیں۔

ان قانونی اصولوں کی اہمیت کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ان کے مبداء کا علم ضروری ہے۔ مسلم اور غیر مسلم مصنفین بالعموم ان کے مبداء کے بارے میں متفق نظر آتے ہیں۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل چند آراء سے ہوگا۔ جناب عبدالرحیم لکھتے ہیں: احکامی آیات بیشتر ایسے واقعات کے سیاق میں آتیں جو حقیقتاً پیش آئے^{۳۰}۔ پروفیسر میکڈانڈ کا بھی یہی خیال ہے۔ ان کے نزدیک قرآن کا تشریح حصہ ایسے ٹکڑوں پر مشتمل ہے جو مدینہ کے لوگوں کے نزاعات اور سوالات کے پیش نظر آسمان سے نازل ہوئے۔ یہ نظام کلیتہً واقعاتی اور موقع کے مطابق تھا۔ لیکن کسی دستوری ضابطے کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا^{۳۱} امیر علی^{۳۲}، یوسف علی^{۳۳}، گرونے بام^{۳۴} اور جوزف شاخت کا بھی یہی خیال ہے۔^{۳۵}

ان علماء نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن کی قانونی اصلیں دراصل وہ قانونی حل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی میں معاشی، سماجی اور سیاسی مسائل کے لئے پیش کئے گئے۔ موجودہ قانون نظریات کے الفاظ میں، یہ قانونی اصلیں ایک عہد گزشتہ، یعنی جزیرہ عرب کی ساتویں صدی کے اوائل کی قانونی تنظیمیں ہیں۔

اسلامی قانون کے بیشتر مصنفین، خصوصاً مسلم علماء، ان قرآنی اصولوں کی قطعاً مختلف اور عظیم الشان اہمیت سمجھتے ہیں^{۳۶} اس گروہ کے نظریات کی نمائندہ رائے کے طور پر ہم لازہ ہر نامہ کے پروفیسر محمد عبداللہ دراز کے الفاظ پیش کرتے ہیں: قرآن، کلام اللہ بذات خود مکمل ہے۔ یہ بلا خوف تردید سچا، کسی غلطی سے مبرا ہے^{۳۷}۔ یہ رائے اسلامی تاریخ کے تمام ادوار میں، جس میں ہمارا اپنا عہد بھی شامل ہے، مسلم علماء کی طرف سے پیش کی جاتی رہی ہے۔ مثال کے طور پر مشرق قریب کی مسلم ریاستوں کے ایک نمائندہ وفد نے اقوام متحدہ کی قانون دانوں کی مجلس کو یہ یادداشت پیش کی:-

” (اسلام میں) قانونی احکام کا مبداء عدلی احکام ہیں جو کہ بلا واسطہ قرآن میں مذکور ہیں یا بالواسطہ

حدیث رسول، السنۃ میں موجود ہیں۔^{۳۹} حال ہی میں حکومت پنجاب (پاکستان) کی جانب سے پاکستان میں سنہ ۱۹۵۳ء کے فتاویٰ کی تحقیقات کے لئے جو کمیٹی قائم ہوئی، اس کی تفتیش کے دوران اسلامی قانون کے سواں پر بھی اسی قسم کے جوابت دیئے گئے تھے

مختصر یہ کہ مسلم مصنفین کا خیال یہ ہے کہ قرآن کی قانونی اصولوں کی بنیاد مشیت خداوندی پر ہے۔ اس بارے میں استدلال یہ ہے کہ اگر قرآن الہامی ہے، جیسا کہ اس کا اپنا دعویٰ بھی ہے، لگے تو قرآن کا قانونی نظام بھی الہامی ہے۔ اس دعویٰ میں منطقی ربط تو واقعی ہے لیکن اس دعویٰ کی ترتیب علم دینیات پر مبنی ہے علم قانون پر نہیں۔^{۴۰} لیکن ہے کہ متعدد میں علمائے دینیات اور فقیہ علم دینیات اور قانون میں امتیاز نہ کرتے ہوں گے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ ہم بھی ان کی صحیح حیثیت متعین نہ کریں۔ تاہم تمام مسلم فقہاء نے امام شافعیؒ سے لے کر عبدالرحیمؒ تک ایک اسی نظریے کا اظہار کیا ہے۔ یہ بات بعد دلچسپ ہے کہ چودھوی صدی عیسوی کے مشہور فلسفی مورخ ابن خلدون کو قانون اور کلام میں تطبیق کے اہم مسئلہ سے دوچار ہونا پڑا تاریخ کے منصب کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:-

”تاریخ ایک علم ہے جو مختلف قوموں اور نسلوں میں بہت وسعت کے ساتھ معروف ہے۔ عالم و جاہل دونوں اسے سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ظاہری اور سطحی طور پر تاریخ سیاسی واقعات، خاندانوں اور ماضی کے حادثات کے متعلق معلومات سے زیادہ کوئی چیز نہیں۔

دوسری جانب، تاریخ باطنی طور پر خود و فکر اور صحیح بات کی جستجو سے عبارت ہے۔ یہ موجود اشیاء کی ابتداء اور اسباب کی لطیف توجیہات اور واقعات کے کیفیت و کم کے دقیق علم پر مشتمل ہے۔^{۴۱}

اس کے مطابق تاریخ کا حقیقی منصب ہر واقعہ کی ابتدا اور اس کی عقلی توجیہ ہے لیکن یہ نظریہ بھی ابن خلدون کے خیال میں اسلام کے بنیادی عقائد کے بارے میں محل ترمیم و نظر ہوگا۔ مثلاً عقیدہ توحید و رسالت اور دوسرے عقائد تحقیق و تفتیش کا موضوع نہیں ہو سکتے۔ ابن خلدون نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ہر شخص کو اپنے مفروضات کی جامعیت پر متشکک ہونا چاہیے اور ان مفروضات سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ بھی ناقابل یقین ہیں۔ اس لئے ہر ایک کو شارع کے حکم کے مطابق عقیدہ اور عمل کو ڈھالنا چاہیے۔^{۴۲} ایک اور جگہ ابن خلدون لکھتے ہیں:- شارع نے ہی ہمیں تعلیم دی کیونکہ شارع کو ان اشیاء کے بارے میں زیادہ علم تھا جو مسرت سے ہم کنار کرتی ہیں۔ اس لئے کہ شارع ان اشیاء کو بھی دیکھ سکتے تھے جو اس شخص سے بلا میں گئے اکثر اسلامی تحریریں میں طرز استدلال عام طور پر اسی طرح پایا جاتا ہے۔^{۴۳} روایتی اسلامی مدارس میں تعلیم اپنی خلوط پر ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ ہر میں علوم کی اہم ترین شاخیں

یہ ہیں: علم الکلام، علم التوحید، علم التفسیر، علم الحدیث، علم الفقہ، اصول الفقہ۔

اسکی بنیادیں الہامی کبھی جاتی ہیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں کسی قسم کی تفتیش یا تنقید جائز نہیں۔ بلکہ ان کو اسی طرح تسلیم کرنا ضروری ہے جیسا کہ سلف سے چلا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ محمد عبداللہؑ (۱۸۳۹ء - ۱۹۰۵ء) اور محمد اقبالؒ (۱۸۷۶ء - ۱۹۳۸ء) جیسے عظیم مصلحین اور ترقی پسند مفکرین بھی اسلام میں "اساسیت" (FUNDAMENTALISM) کے اس دجھان کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔ علامہ اقبال جنہوں نے چند اساسی قانونی اصولوں کی تعبیر نو پر زور دیا، سچے دل سے اس بات کے قائل تھے کہ قرآنی احکام میں اتنی حرکت (DYNAMISM) ہے کہ معاشرے کی بدلتی ہوئی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔ اسلامی قانونی نظام کی بنیادوں کو جس شکل میں ہیں تسلیم کرتے ہوئے محمد عبداللہ اور علامہ اقبال نے اسلامی قانونی نظام میں محض چند تبدیلیوں کا اگرچہ وہ بھی اہمیت میں کسی طرح کم نہیں، مطالبہ کیا۔ چنانچہ محسوس یہ ہوتا ہے کہ اسلام میں جو نئی فطریہ حیات (IDEOLOGY) نے مومن سے وفاداری کا قہار کرنا شروع کیا۔ اسی وقت عقلی یا منطقی طریقے کا خاتمہ ہو گیا۔ بالفاظ دیگر اسلامی قانون کی روایتی تعبیر کے دوران منطقی طریقے کو دنیاوی عقائد نے محاصرے میں لے لیا۔^{۵۵}

تاہم یہ نظریہ کہ قانونی نظام معصوم عن الخطا اور الہامی ہے، تاریخ قانون میں نیا نہیں بلکہ یہ اسلامی قانون ہی کی خصوصیت ہے۔ یہودیؑ، یونانی اور ہندو قانون میں بھی یہی دعوے ملتے ہیں۔ اسکو پاؤنڈ لکھتا ہے "دور اول کے قانون میں قانونی ضوابط کے مجموعے کو اکثر و بیشتر کسی دیوتا یا کسی ملہم پیغمبر یا رشی سے منسوب کر دیا جاتا ہے یا قانونی اور سیاسی تمام اداروں کو کسی موسیٰؑ سے وابستہ کر دیا جاتا ہے۔ سپارٹا کا قانون اور اس کے سماجی ادارے لیکورگوس سے منسوب ہوئے۔ روم کے قانونی اور سیاسی ادارے جن کی فوجی نوعیت تھی، رومولوس سے وابستہ کر دیئے گئے اور مذہبی نوعیت کے نوما سے"^{۵۶}

قانونی اصولوں کی الہامی بنیادوں کی بہت سی توجیہات ہو سکتی ہیں۔ پاؤنڈ کا خیال ہے کہ "یہ ایک کوشش ہے کہ رواج کی جس سے کہ تحفظ عامہ وابستہ ہے، قدامت اور اقتدار کو استعارے کے انداز میں قانون کی تقدیس کا جامہ پہنا دیا جائے"^{۵۷}

اس کے برعکس مجید خدیری کا خیال ہے کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح اس فقہی نظام کے لئے عقلی تائید مہیا کرنے کی خاطر اس بات پر زور دیا کہ اس کا بنیادی نظام ایک الہامی مآخذ پر مبنی ہے جو مشیت خداوندی اور

عدل پر مشتمل ہے۔ فقہ قانونی اصولوں کے الہامی ہونے کی وجوہات اور محرکات کچھ بھی ہوں، بہر حال شروع کے احوال اور قرون وسطیٰ کے تمام قانونی نظامت کی صورت حال مشترک ہے اور واحد ہے۔ آج کے خلائی دور میں قانونی نظام کے الہامی ہونے کا نظریہ ایک عقلیت پسند کو واقعی عجیب معلوم ہو گا لیکن اس میں شک نہیں کہ ماضی میں کئی نسلوں کے ملنے یہ عقل سے قریب تر اور اپنے زمانوں میں سماجی مقاصد کے لئے بے حد مفید رہا ہے۔

اس دعویٰ سے شروع کرتے ہوئے کہ قرآن کلام الہی پر مشتمل ہے، فقہائے متقدمین نے وہ قواعد کلیہ اور اصول استنباط متعین کئے جو قرآن کی قانونی اصولوں پر منطبق ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ مسلم اور غیر مسلم مصنفین^{۳۳} سے دونوں نے تصدیق کی ہے کہ استنباط کے قواعد بیشتر مسائل میں انگریزی امریکی قانونی نظام کے دستوری قواعد سے مشابہ ہیں۔

عبدالرحیم اپنی کتب ”محمّدی فقہ“ میں ان اصول استنباط کا جائزہ لیتے ہیں جو قرآن کی قانونی اصولوں پر منطبق ہوتے ہیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ تعبیر کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ شارع کی مراد کو دریافت کیا جائے۔^{۳۴} دو بظاہر متعارض قانونی متون میں باہمی تطابق کیا جائے۔^{۳۵} اس صورت میں کہ دو متضاد قانونی متون ناقابل تاویل ہوں، توجہ زمانی لحاظ سے متاخر ہو، اسے مقدم پر ترجیح دی جائے۔^{۳۶} تقریباً یہی قواعد مولانا محمد علی نے اپنی کتب ”مذہب اسلام“ میں تجویز کئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کی ایک کُل کی حیثیت سے تعبیر کی جائے اور اگر کہیں قرآن کی دو عبارتوں میں تضاد اور تناقض پایا جائے تو تطبیق و توفیق کے طریقے سے ان میں ہم آہنگی پیدا کی جائے۔^{۳۷} ان قواعد سے باہم شافعی کے ان تفصیلی قواعد کی یاد تازہ ہوتی ہے جو انھوں نے الرسائل میں ذکر کئے۔ اس ضمن میں خصوصی اہمیت کا حامل نظریہ تاسخ و منسوخ ہے۔^{۳۸} جس کا ارسالہ میں بھی ذکر ہے۔ یہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس سے اسلامی قانون کی ترقی یافتہ نوعیت کی شہادت ملتی ہے اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ثبوت ہوتا ہے کہ اس کے ارتقاء میں انسان کے ذہنی اختراع نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

مولانا مودودی نے تعبیر کے لئے مندرجہ ذیل قاعدہ تجویز کیا ہے :

”قرآن کی صحیح تعبیر کے لئے جو طریق کار اختیار کیا جانا چاہیے وہ یہ ہے کہ پہلے تو الفاظ و اُں کی ساخت پر عربی زبان و قواعد کے مقتضیات کے مطابق غور کیا جائے، پھر اس سیاق و سباق پر غور کیا جائے جس میں وہ وارد ہوئے ہیں۔ پھر اس خاص موضوع سے متعلقہ دوسری آیات کو جو قرآن کریم کے دوسرے مقامات پر مذکور ہیں، جمع کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ زیر بحث آیت کی کون سی ممکن تعبیر ان آیات سے ہم آہنگ ہے اور کون سی مخالف ہے۔“ (باقی)

دستور پاکستان (۱۹۷۳ء) کا ذکر بھی ضروری ہے جس میں اسلامک آئیڈیالوجی کی متابعت کا اعلان کیا گیا ہے۔ دیکھئے، پکتان نیوز رائجسٹ (کراچی) اپریل ۱۹۷۲ء۔

(۶) عبدالرحیم، محمد علی جیورس پروڈنس (مداس ۱۹۸۱) ص ۵۲-۵۵۔ اے کے بروہی 'فڈے نیٹل لائٹ پاکستان' (کراچی ۱۹۵۸ء) ص ۱۷۰۔ سی۔ سوک ہر گروئے سیٹیکٹورکس ایڈیٹر جی۔ ایچ بوسکوٹ اور جے شاخت (لندن ۱۹۵۷ء) ص ۲۶۳-۸۹۔ ایس۔ جی۔ ویزی فٹزگیرلڈ 'نیچر اینڈ سورسز آف دی شرعیہ' رسالہ 'لائن دی ٹل ایٹ' میں ایڈیٹر مجید خدوری اور ایچ۔ جے لیسنی (واشنگٹن ای۔ سی۔ ۱۹۵۵ء) جلد ۸۵-۸۶-۸۷۔ ویزی فٹزگیرلڈ مذکورہ بالا چار اصول گنانے کے بعد لکھتا ہے: "ان کے علاوہ بھی (شرعیات کے) کئی دوسرے درجے کے ماخذ ہیں۔" یہ جملہ تعیناً بڑا پر معنی ہے۔

(۷) مجید خدوری۔ اسلامک جیورس پروڈنس؛ شائع ہونے والا رسالہ 'جے شاخت ڈی اور جرنل آف محمدن جیورس پروڈنس' (آکسفورڈ ۱۹۵۸ء) ص ۱۰۰۔ اس کے بعد اسے صرف 'اور جرنل' لکھا جائے گا۔
(۸) ایم۔ کے۔ نواز 'سم لیگل ایسیکٹس آف اینٹیکو مفل ریٹیشینز' ۵۔ انڈین میگزین آف انٹرنیشنل آفیسرز (۱۹۵۶ء) ص ۷۷-۸۲۔

(۹) ایم۔ کے۔ نواز 'سم ایسیکٹس آف انٹر پریٹیشن آف اسلامک لاء' ان دی پاسٹ ۸ انڈین میگزین آف انٹرنیشنل آفیسرز (۱۹۵۹ء) ص ۱۲۷-۱۳۵۔

(۱۰) غالباً اسی لئے اکثر مصنفین لکھتے ہیں: اسلامی قوانین دوسرے قوانین سے اس لئے الگ ہیں کہ یہ اکثر معاشرے کی بعد از مرگ زندگی کے قدرتی ارتقاء کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ اصولی طور پر زمین کی کاشتوں سے ارتقاء پذیر ہوئے ہیں۔ حوالہ کے لئے دیکھئے اے۔ ایس۔ ٹرٹھ 'اسلام' (لندن ۱۹۵۱ء) ص ۵۷۰۔ نیز ملاحظہ ہو جے شاخت 'دی سکولز آف لائٹ ایڈیٹری ڈی ویلمنٹس آف جیورس پروڈنس' رسالہ 'لائن دی ٹل ایٹ' میں ملاحظہ ۲۸-۵۶۔
(۱۱) جو رن شاخت کا خیال ہے کہ پہلی صدی کے غالب حصے میں اسلامی قانون اصطلاحی معنوں میں موجود نہیں تھا۔ دیکھئے۔ جے۔ شاخت 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ ایڈریڈی ویلمنٹس آف جیورس پروڈنس' رسالہ 'لائن دی ٹل ایٹ' میں ملاحظہ ۱۱۔

(۱۲) فلپ۔ کے۔ ہتھی ہسٹری آف دی عربز (لندن ۱۹۵۱ء۔ پانچواں ایڈیشن) ص ۱۹۰۔

(۱۳) پروفیسر ہتھی نے واضح طور پر لکھا ہے کہ اب تک ریاست کے اندر ایک مذہب تھا، لیکن مدینہ میں

بدار کے بعد یہ ریاستی مذہب سے بھی بڑھ گیا بلکہ یہ خود ریاست بن گیا۔ ۱۷۷
(۱۳) جے۔ شاخت پُری اسلامک جیوٹس پریڈنٹ آف جیوٹس پریڈنٹس رسالہ لاہور
دی ٹریڈنٹ محولہ بلا ص ۲۸-۵۶

(۱۵) اسلام کے اولین معاهدات میں بنو عوف کے یہودی قبیلہ سے معاہدہ میں (سلسلہ اور سلسلہ) یہ درج
ہے کہ بنو عوف مومنین کے ساتھ ایک امت ہیں۔ بحوالہ ابن اسحاق۔ سیرت رسول اللہ۔ ترجمہ اے گلیوم
(آکسفورڈ یونیورسٹی ۱۹۵۵ء) ص ۲۳۳
(۱۶) بحوالہ جے۔ شاخت۔ اور جنر، ص ۲۷۸

۱۷۴۲ء کے فسادات کی تحقیقات کے سلسلے میں حکومت پنجاب (پاکستان) کی جانب سے جو عدالت قائم
ہوئی تھی اس کے سوالات کے علماء پاکستان کی طرف سے مختلف جوابات دیئے گئے۔ اس سوال کے جواب میں کہ
دستور ساز ادارہ جو کہ ایک شخص یا چند شخصوں کے ایسے ادارے سے قطعاً الگ ہے جن کو اسلام کی تعبیر کا کام سونپا
گیا ہے، کیا اسلامی سلطنت کا جزو لا ینفک ہے؟ ”صدر جمعیت العلمائے پاکستان مولانا ابوالحسنات نے کہا: ”ہمارا
قانون ہر لحاظ سے مکمل ہے اور اس کے سلسلے میں محض ان علماء کی تعبیر کی ضرورت پڑ سکتی ہے جو اس کے ماہر ہیں۔
میرا عقیدہ ہے کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل قرآن و سنت میں موجود نہ ہو۔“ رپورٹ آف دی کونسل آف
انکوائری کانسٹیٹیوٹ انڈیا پنجاب ایکٹ II آف ۱۹۵۴ء ص ۲۱۔ نیز ملاحظہ ہو شاخت کی کتاب اور جنر
ص ۲۲۳-۲۲۷۔ محولہ بلا۔

(۱۸) اس پہلو پر اور خصوصاً امام شافعی کی اصول فقہ میں خدمات کے لئے دیکھئے مجید خدوری کا بلند پایہ مقدمہ
”اسلامک جیوٹس پریڈنٹس“ پر محولہ بلا ص ۴۳-۴۵

(۱۹) بروہی لکھتے ہیں کہ ”اجماع کی تعریف یوں ہو سکتی ہے کہ وہ اسلامی قاعدہ جس پر حضرت محمد مصطفیٰ کے ملنے
والے فقہاء کا کسی خاص زمانے میں کسی قانونی مسئلے پر اتفاق ملے یا اجلے۔“ محولہ بلا ص ۴۴۔ تاہم یہ ضروری نہیں
کہ اتفاق ملے علانیہ اور بالمراحت ہو۔ اگر دوسرے فقہاء اس کے بارے میں سکوت بھی اختیار کریں تب بھی
کافی ہے۔ دیکھئے ہرگز دئے محولہ بلا ص ۲۷

(۲۰) قیاس ائمہ کرتا ہے اس عمل کی طرف کہ خاص نوع کے قیضے کے سلسلے میں قرآن اور حدیث میں جو مخصوص
قاعدہ دیا گیا ہے، اسے دوسری نوع پر اس طرح اطلاق کرنا کہ یہ نوع پہلی نوع کے ساتھ ایک ہی جنس کے تحت

کہا جاتے۔ ہرگز نئے محولہ بالا ص ۹۹۔ شاخت 'اور جنر' ص ۳۹۔ ص ۹۸-۹۹

(۲۱) لے جے۔ آربری 'ریوی لیشن اینڈ ریزن این اسلام' (لندن ۱۹۵۷ء) ص ۱۷-۱۸

(۲۲) جے۔ شاخت 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ آرلی دی ویلمینٹ آف جیورس پروڈنٹس' رسالہ 'لائن دی ٹیٹل ایٹ' میں محولہ بالا ص ۵۶-۵۷۔ ص ۳۶ نیز دیکھیے۔ جے شاخت 'فلن ایلمینٹ این اینٹنٹ اسلامک' رسالہ جرنل آف کپریٹو لیسیشن اینڈ انٹرنیشنل لا، تیسرا سلسلہ (۱۹۵۰) جلد ۳۲۔ ص ۹-۱۰ گولڈزبرگ 'دی پرنسپلز آف لائ اسلام ہسٹوریز ہسٹری آف دی ورلڈ' جلد ۷ ص ۲۹۷ میں۔ سی سنوک 'ہرگز نئے ٹیلیکٹڈ ورکس' ایڈیٹر جی۔ ایچ۔ بوسکوٹ اور جے شاخت (لندن ۱۹۵۷ء) ص ۵۰ نیز ملاحظہ ہو ایس۔ جی ویزی 'فٹنگ لٹ' 'نیچر اینڈ سورسز آف دی مشرقیہ' رسالہ 'لائن دی ٹیٹل ایٹ' میں محولہ بالا ص ۸۵-۱۱۲ اور خاص طور پر دیکھیے ص ۸۹-۹۲ اور ص ۱۱۰۔ نیز اسی مصنف کا مضمون 'دی ایجڈ ڈیٹ آف اسلامک ٹورومن لائ' رسالہ 'لائن کوآرڈری ریویو' میں جلد ۶۷ (۱۹۵۱) ص ۸۱-۱۳۰۔

مصنف کا خیال ہے کہ اسلامی قانون پر رومن قانون کا نہیں، بلکہ یہودی قانون کا فیصلہ کن اثر پڑا ہے نیز ملاحظہ ہو عبد الرحیم کی رائے۔ وہ لکھتے ہیں: "اصول قانون کا تعالیٰ مطالعہ کرنے والوں کے لئے اسلامی اور رومن ہر دو کے اصول فقہ کے نظریات میں ایک دوسرے سے شبابہ نکات کا ہونا بڑا دلچسپ ہو گا لیکن چونکہ مسلمان قانون دان خود رومن قانون کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے اور ان کے نظریات اسے اسلامی قانون کو موثر کرنے والے عنصر نہیں مانتے اس لئے کسی یقینی حد تک اس امر کا تعین کرنا کہ اسلامی قانون کس حد تک رومن قانون کا ممنون اصل ہے، بڑا مشکل ہے۔ عبد الرحیم محولہ بالا ص ۲۳۔

(۲۳) االہدایہ۔ اسلامی قانون پر ایک متقدم کتاب ہے۔ اس میں ایک کافی بڑا حصہ "السیر" ہے؛ جس میں جنگ، معاہدات، مال غنیمت اور ذمیوں کے حقوق وغیرہ کے بارے میں قوانین ہیں۔ (۲۴) دیکھیے ایم۔ حمید اللہ کی کتاب 'مسلم کنڈکٹ آف سٹیٹ' (لاہور ۱۹۴۵ء) ص ۷۰۔

(۲۵) ہنس کرویس 'دی فلوئڈیشن آف اسلامک انٹرنیشنل جیورس پروڈنٹس' رسالہ جرنل آف پاکستان

بشٹارکل سوسائٹی (۱۹۵۶) ص ۲۳۱-۲۶۷

(۲۶) اسلامی قانون پر کام لکھنے والے قرآن کو اسی طرح پیش کرتے ہیں۔ دیکھیے مثال کے طور پر ایم حمید اللہ کی کتاب 'مسلم کنڈکٹ آف سٹیٹ' (لاہور ۱۹۵۴ء) ص ۱۶۔ عبد الرحیم محولہ بالا ص ۱۔

(۲۷) مقابلہ کیجئے اے۔ کے۔ بروہی محولہ بالا ص ۵۷۔

(۲۸) قرآن کے اصل کے مطابق ہونے پر بروہی سرولیم میور کی کتاب 'لائف آف محمد' سے اس کی یہ رائے نقل کرتے ہیں۔ دنیا میں ظلم کوئی ایسی کتاب نہیں جس کا متن بدو صدیوں میں اس طرح خالص اور بے میل رہا ہو۔ دیکھئے بروہی ص ۷۷۔ محولہ بالا۔ نیز مقابلہ کیجئے ایڈمنڈ رباتھ۔

(۲۹) ادسٹرووگ کے خیال میں قرآن کی چھ ہزار آیتوں میں سے پانچ سو قانون کے متعلق ہیں۔ ادسٹرووگ 'دی انگوارینام (لندن ۱۹۲۷) ص ۱۹۔ ایس۔ جی۔ ویزی فٹزگیرلڈ قانون سے تعلق رکھنے والی آیات کی تعداد اتنی بتاتا ہے۔ ایس۔ جی۔ ویزی فٹزگیرلڈ کا مضمون 'نیچر اینڈ سورسز آف دی شریعت' رسالہ 'لائف دی مڈل ایسٹ' محولہ بالا ص ۸۵-۱۱۳۔ رحیم الدین کمال کے نزدیک قرآن کی کوئی دو سو آیتیں ہیں، جو قانونی سوالات سے بحث کرتی ہیں۔ آرکمال 'دی کونسلٹ آف کانسٹیٹیوشنل لائبر اسلام، حیدرآباد ۱۹۵۵) ص ۱۰۵۔ (۳۰) ایڈمنڈ رباتھ محولہ بالا ص ۵۔

(۳۱) عبدالرحیم محولہ بالا ص ۱۰

(۳۲) میکڈانلڈ 'ڈی ویمنٹ آف مسلم تھیالوجی' جیورس پرڈنس اینڈ کانسٹیٹیوشنل لائبر (لندن ۱۹۱۳) ص ۶۹

(۳۳) امیر علی۔ محمدن لا۔ جلد ۱ (کلکتہ ۱۹۱۲) ص ۶۔

(۳۴) اے یوسف علی 'ولسنر اینڈ گولڈن لا' (ممبئی ۱۹۲۸) ص ۶۔

(۳۵) گرونے بوم 'میڈی ویل اسلام' (شیکاگو ۱۹۵۳) ص ۷۹۔

(۳۶) جے۔ شاخت۔ 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ آرڈی ڈی ویمنٹ آف جیورس پرڈنس' رسالہ 'لائف دی مڈل ایسٹ' میں محولہ بالا ص ۲۸-۵۶۔ ابتدائی اسلامی قانون میں قرآنی عنصر پر شاخت کے خیالات کافی گہرے ہیں جے شاخت 'اور جنز' ص ۲۲۳-۲۴۔

(۳۷) عبدالرحیم محولہ بالا ص ۱۰۔ ایم حمید اللہ محولہ بالا ص ۱۲۔ مقابلہ کیجئے اے کے بروہی محولہ بالا ص ۷۷

(۳۸) ایم عبداللہ دراز 'دی اورجن آف اسلام ان اسلام' رسالہ 'دی سٹریٹ پاتھ' ایڈیٹر کینتھ ڈبلیو۔

ملرگن (نیویوک ۱۹۵۶) ص ۳-۴۱۔

(۳۹) 'یونائیٹڈ نیشنز کانفرنس لون انٹرنیشنل لورگینی ریش' جلد ۱۳۔ ص ۳۷۵-۷۹۔

(۴۰) ہم اسلام کو ایک ایسا نظام سمجھتے ہیں جسے ہر منظم مذہب کی طرح مندرجہ ذیل پانچ

امور پر حاوی ہونا چاہیئے :-

- ۱۔ مقدمات ، خاص طور سے بنیادی عقائد۔
- ۲۔ عبادات ۔ جنہیں ایک شخص کو ضرور ادا کرنا ہوتا ہے۔
- ۳۔ اخلاقیات یعنی اخلاقی زندگی کے قواعد و ضوابط۔
- ۴۔ معاشرتی ، اقتصادی اور سیاسی ادارے۔
- ۵۔ قانون بنفس خود۔

ان سب امور سے متعلق جو احکام و ضوابط ہیں، ان کی خصوصی بنیاد وحی ہے، عقل نہیں۔ اگرچہ ان دونوں میں مطابقت ہو سکتی ہے۔ تاہم یہ مطابقت اتفاقی ہے۔ کیونکہ انسانی عقل سے غلطی ہو سکتی ہے۔ عقل کامل کا علم تو خدا تعالیٰ ہی کو ہے جو لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے انسانیت کی طرف اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے ذریعہ پیغام بھیجتا ہے۔ اس لئے ایک آدمی کا فرض ہے کہ معتقدات کو قبول کرے۔ عبادات بجالائے، اخلاقیات کو دستور العمل بنائے، شریعت کی اطاعت کرے اور جن شعار کے بارے میں اللہ نے وحی کی ہے، ان کو قائم کرے خواہ ان کا معقول ہونا بطاہر نظر نہ آئے، بلکہ خواہ وہ انسانی عقل کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ خدا سے غلطی کا وقوع ناممکن ہے۔ خدا نے جس چیز کی بھی وحی کی ہے۔ خواہ اس کا موضوع کوئی امر مخفی ہو یا فوق الفطرت یا تاریخ ، مالیات، قانون، عبادت یا کوئی ایسی چیز ہو جو انسانی فکر کی رُو سے سائنس کے عمل دخل کو قبول کرتی ہے، جیسا کہ انسان کا پیدا ہونا، ارتقاء، علم کائنات یا علم نجوم، اسے ایک حقیقت مطلق کے طور پر ماننا لازمی ہے۔ رپورٹ آف دی کورٹ آف انکوائری، محولہ بالا ص ۲۶۹۔ آئیے سز آف دی مینر رپورٹ، میں مودودیوں نے بجا طور پر یہ بتلایا ہے کہ اسلامی قانون کی خصوصی بنیاد کے معاملے میں علماء اور عدالت میں بمشکل ہی کوئی فرق ہے۔ دیکھئے ’آئیے سز آف دی مینر رپورٹ‘ مرتبہ خورشید احمد (کراچی ۱۹۵۹) ص ۴۳-۴۵۔

(۴۱) قرآن ۳: ۵۶-۷۹ اور ۷۵: ۲۱-۲۲۔

(۴۲) پروفیسر ایچ اے گب بس نظریے پر کہ قرآن معصوم عن الخطا ہے، متعبد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس کی آخری قطعی دلیل مآخذ الطبیعیاتی ہے“ گب ’محمد نترم‘ محولہ بالا ص ۹۔

(۴۳) پروفیسر جے این ڈی اینڈرسن لکھتے ہیں: ”ایک نیکو کار مسلمان کے لئے ان تمام صدیوں میں زندگی

پر درجی علوم کا غلبہ رہا ہے۔ ایک دینیات اور دوسرا قانون، دینیات ان تمام چیزوں کا تعین کرتی ہے۔ جن کا

ماننا اس کے لئے لازمی ہے۔ اور قانون اس کے لئے اوامر اور نواہی پر مشتمل ہے۔ اینڈرسن۔ دی سگنی فیکٹس آف اسلامک لائین دی ورلڈ ٹوڈے۔“ محولہ بالا ص ۱۸۴۔

(۴۴) اس مسئلے پر شافعی کے خیالات کے لئے دیکھیے شافعی کی کتاب اور جہنم، ص ۱۵

(۴۵) مقابلہ کیجئے شافعی۔ عبدالرحیم۔ محولہ بالا ص ۱۶۔ ص ۱۷۔ اس بارے میں عبدالرحیم تو اس حد تک جاتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں اس لئے اسلامی اصول فقہ کا پہلا اصول موضوعہ ایمان ہے جس کے بنیادی معنی خدا کو ملنا اور تسلیم کرنا ہے۔۔۔۔۔ اس شہادت کو اپنے اہل پر عبدالرحیم محولہ بالا ص ۵۱

(۴۶) ابن خلدون: دی مقدمہ، ترجمہ از عربی فرنز رو سنتھال (پنیتھیون بکس نیویارک ۱۹۵۸ء جلد ۶)

(۴۷) ایضاً۔ ص ۳۸۔ اگر شارع کے اوامر ان امور کے بارے میں ہیں، جو خالصاً دینیاتی اہمیت رکھتے ہیں، تو ایک آدمی ان پر بلا کوئی سوال کئے ایمان لاسکتا ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ اس مضمون کے دائرے سے باہر ہے۔ ہم تو شارع کے ان اوامر کے حصے سے بحث کر رہے ہیں جن کا تعلق قانونی معاملات سے ہے۔

(۴۸) ایضاً

(۴۹) دی رپورٹ آف دی کورٹ آف انکوائری۔ محولہ بالا ص ۲۰۶

(۵۰) چارلس سی ایڈمز: اسلام اینڈ ماڈرنزم این ایکپٹ۔ اے سٹڈی آف دی ماڈرن ریلیٹارم موومنٹ این آگریٹڈ بائی محمد عبدہ۔ (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۳۳ء)

(۵۱) ایضاً ص ۱۳۳۔ اور ص ۱۸۶۔

(۵۲) محمد اقبال: دی ری کنسٹرکشن آف ریلیجیون تھات (لاہور ۱۹۵۸ء) ص ۱۶۶

(۵۳) عبدہ اور اقبال نے ’اجتہاد کا دروازہ بند ہونے‘ کے روایتی عقیدے کے خلاف خاص طور سے بحث کی ہے۔ مثال کے طور پر اقبال نے لکھا ہے۔ ’مسلمان آزاد خیالوں کی موجودہ نسل کا یہ دعویٰ کہ وہ خود اپنے تجربے اور جدید زندگی کے بدلے ہوئے حالات کی روشنی میں بنیادی قانونی اصولوں کی تعبیر کرنے کے مجاز ہیں، میرے خیال میں پوری طرح حق بجانب ہے۔‘ اقبال۔ محولہ بالا ص ۱۶۸۔ نیز دیکھیے ص ۱۴۸-۱۴۹۔ اسی طرح عبدالرحیم نے اجتہاد کے دروازے کو بند کرنے کے عقیدے کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں (محولہ بالا ص ۳۵) میں یہاں یہ بتا دوں کہ یہ خیال پایا جلتا ہے کہ اس کے بعد اسلامی قانون کی مزید وضاحت نہیں ہوئی۔ پرانے فقہاء نے چونکہ ہر سوال کا اندازہ کر لیا تھا، اس لئے انھوں نے اس کا حل بھی پیش کر دیا تھا۔ یہ خیال نظر نگاہ بڑا کمزور

ہے اور یہ مبنی بر حقیقت بھی نہیں۔

(۵۳) لیکن مودودیوں کا استدلال ہے کہ کسی خدائی حکم کا انسانی عقل سے متصادم ہونا ناممکن ہے، این
آئیے سزگن مینرپورٹ، محولہ بالا ص ۱۳۱ نوٹ ۳۰

(۵۵) عام طور پر کس طرح آخر میں استدلال کی جگہ اسلام میں وحی نے لے لی۔ اس کے لئے دیکھیے ۱-
لے جے آر میری، ریوی لیٹن اینڈ ریزن این اسلام (لندن، ۱۹۵۷) ص ۶۵ نیز دیکھیے ص ۵۵ اور ص ۷۱۔

(۵۶) مقابلہ کیجئے ہنس کیلن، دی آئیڈیا آف جسٹس این دی ہولی سکریپچرز، مجموعہ مضامین میں ایک
سلسلہ مضامین بعنوان، ڈاکٹر جسٹس، ریونیورسٹی آف کیلیفورنیا پریس، ۱۹۵۷ ص ۲۵-۸۱ خاص طور سے ص ۳
(۵۷) ہنری کین۔ 'اینٹینٹ لا' (لندن ۱۸۹۷) ص ۷۱۔

(۵۸) روسکوپونڈ (انٹر پرائیڈنٹز آف لیگل ہسٹری)۔ (ہارورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۴۶) ص ۱۲۵-۲۶۔
جے سٹون، دی پراونٹس اینڈ ٹیکنیکل آف لا (ہارورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۵۰) ص ۳۵۶۔ گروچ، سوشیالوجی آف لا
(لندن ۱۹۳۷) ص ۲۳۶۔

(۵۹) روسکوپونڈ ۵۸ ص ۱۲۵-۲۶

(۶۰) مجید خدوری۔ 'دارالینڈ پیس این دی لا آف اسلام' (بالٹی مور ۱۹۵۵) ص ۲۳۔ ہنس کیلن، جنرل
تھیوری آف لائینڈسٹٹ (ہارورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۴۶) ص ۱۷۷۔

(۶۱) اسلام کے قانون کے ذریعہ جو معاشرتی اصلاحات ہوئیں، ان کے لئے دیکھیے بروہی۔ محولہ بالا ص ۷۲
(۶۲) عبدالرحیم محولہ بالا ص ۷۷-۱۱۵۔ محمد علی، ریٹینج آف اسلام' (لاہور ۱۹۳۶) ص ۳۶۔ ایف بی طیب جی
محولہ بالا ص ۷۷۔ لیکن مولانا مودودی نے بظاہر ایسے قواعد وضع کئے ہیں جو کم سے کم پہلی نظر میں دیکھنے سے دوسرے
مسلمان اہل قلم سے مختلف دکھائی دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو فری لینڈ کے ایسٹ کا مضمون مسلم ورلڈ (۱۹۵۸) میں
مولانا مودودی اینڈ قرائم انٹر پرائیڈنٹس، ص ۶-۱۹۔ نیز ملاحظہ ہو مجید خدوری، اسلامک جیورس پروڈنٹس،
محولہ بالا ص ۹۶-۱۰۸ تبصرہ کے مختلف اصولوں کے لئے۔

(۶۳) ایچ اے آر گب، محمد نزم، محولہ بالا ص ۹۳-۹۴۔ ایس جی ونیزی، فٹزگیرلڈ کا مضمون، نیچر اینڈ
سورسز آف دی شریعہ، رسالہ 'لائن دی ڈیل ایسٹ' میں محولہ بالا ص ۸۵-۱۱۸ خاص طور سے ص ۸۷
(۶۴) عبدالرحیم محولہ بالا ص ۷۷۔

(۶۵) ایضاً ص ۸۲۔

(۶۶) ایضاً ص ۱۱۱۔

(۶۷) محمد علی محولہ بالا ص ۳۶۔

(۶۷) (الف) مجید خدوری 'اسلاک جیورس پروڈنٹس، محولہ بالا ص ۳۶۔ ص ۱۳۳-۱۳۵ :- شافی لکھتے ہیں: 'یہ شک اللہ نے انسانوں کو اس مقصد کے لئے جو اس کے علم میں تھا اور اس مقصد کے لئے جو ان کے لئے مقرر کیا تھا، پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بدلا نہیں جاسکتا۔ وہ جلد حسب لینے والا ہے۔ اللہ نے انسانوں کے لئے ایک ایسی کتاب نازل کی، جس نے ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیا۔ اور وہ ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی اس کتاب میں اللہ نے بعض احکام واجب کئے ہیں اور بعض اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے ان کا بوجھ ہٹا کرنے کے لئے منسوخ کر دیئے ہیں اور اس لئے کہ انہیں تسلی دے اور ساتھ ساتھ ان کو اپنی نعمتوں سے نوازے۔' خدوری محولہ بالا ص ۱۲۳

(۶۸) فری لینڈ کے ایٹ۔ رسالہ 'مسلم ورلڈ' میں مضمون 'مولانا مودودی اینڈ دی قرآن'

(۱۹۵۸) ص ۹۰۔

